طعام اہلِ کتاب سے متعلق محسن الملک کا نقطہ نظر: ایک تحقیقی مطالعہ

Mohsin ul Mulk's View Point about Food

of the People of the Scripture: A ResearchBased Study

ثمینہ حسنین*

ABSTRACT

There were many emerging social and legal issues during the end of the nineteenth century and the beginning of twentieth century in the Indian Islam that became the bone of contention between the traditionalists and the modernists. Although, the real challenges of the social, political, religious, economic nature were lying unresolved before the Muslim thinkers and reformists i.e., the role of women in Islam, the western colonization of the Muslim lands, the Christian missionaries challenging the importance and significance of Islam in the modern world, and above all, the modern education system, however, most of the traditionalist ulama indulged in reletively less issues important, such as whether it is permitted for a Muslim to eat meat slaughtered by a non-Muslim? Or is it permissible in Islam to dine with a Christian on the same table? And other such issues.

Sir Sayed Ahmed Khan, known as the founder of the Muslim modernism in India, and his Aligarh companions tried to focus on the major issues confronted Indian Muslim of their time. But they also had to face the challenges of Indian Ulema and willingly or unwillingly they too had to answer the questions poised by them, as the majority of the Muslims where following the ulama in their daily practice of religion. Hence, Sir Syed and his companions also addressed issues of dinning with the people of the book (ta'am ahl-e- kitab) and slaughtered by the people of the book (zabiha ahl-e-kitab).

One such personality who came to the rescue Sir Syed in confronting ulema on these issues was his closest friend and companion, Nawab Mohsin ul Mulk. He not only defended Sir Syed on these issues but also presented his personal views in these matters, with his own set of arguments. The present paper is focused on Mohsin ul Mulk's ideas on the issues of ta'am and zabiha of people of the book.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی، پاکستان۔

ہندوستان میں برطانوی راج قائم ہونے اور شاید اس سے بھی پہلے سے جب مغربی طاقتوں کی آمد کا سلسلہ یہاں شروع ہوا تو ہندوستانی معاشرے کو، خاص طور سے عوامی سطح پر، کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ چیلنجز نہ صرف سیاسی، معاشی، بلکہ مذہبی سماجی بھی تھے۔ ان میں سب سے اہم انگریزوں کے ساتھ سماجی معاشرتی تعلقات کا مسئلہ تھا۔ حالی کے مطابق ۱۸۶۶ میں سرسید کے پاس ایک سوال بطور استفتاء کے آیا کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ، بشرطیکہ کھانے میں کوئی حرام چیز نہ ہو، کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ سرسید نے اس کا جواب آیات واحادیث کے حوالے سے لکھ دیا کہ جائز ہے، اس کے بعد ۱۸۶۸ میں ایک رسالہ احکام طعام اہلِ کتاب لکھا(۱)۔ گویا اس مسئلے سے انیسویں صدی کے سب سے بڑے جدیدیت پسند اور جدیدیت پسند مسلمانوں کے رہنماء سرسید احمد خان [م:۱۸۹۸] نے نمٹنے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کو بتائیں کہ مذہب میں اس کے لئے کیا احکامات ہیں۔ انھوں نے رسالہ طعام اہلِ کتاب، اور تہذیب الاخلاق میں اپنے مضامین کے ذریعے، قرآن واحادیث اور مستند علماء کے دلائل وآراء سے اس بات کو ثابت کیا کہ انگریزوں کے ساتھ سماجی تعلقات، ان کے ساتھ کھانا کھانا، ان کے ذبیحہ وغیرہ کی ممانعت نہیں ہے۔ سرسید کے اس رسالے اور ان کے دیگر مضامین کی تردید میں سید امداد العلی (۲) نے بھی اس موضوع پر ایک جوابی رسالہ لکھا اور سرسید کے دلائل کی تردید کرتے ہوئے اسے کفر قرار دیا۔

سرسید کے رفقاء میں جو لوگ ابتداء ہی سے ان کے ساتھ رہے اور ان کے اصلاحی مشن کا حصّہ بنے ان میں ان کے ایک بہت ہی قریبی ساتھی اور دوست سید مہدی علی خان نواب محسن الملک [م:۱۹۰۷] بھی شامل تھے، سرسید کی وفات کے بعد محسن الملک ان کے جانشین کے طور پر علیگڑھ کے سیکریٹری اپنی وفات تک رہے۔ سماجی ومعاشرتی سطح پر مسلمان جن توہم پرستیوں، ضعیف الاعتقادیوں، زبوں حالیوں اور پسماندگیوں کا شکار ہو چکے تھے، جس سے سرسید نے انہیں نکالنے کا بیڑا اٹھایا اس میں محسن الملک نے ان کا پورا ساتھ دیا اور اس سلسلے میں وہ بھی سرسید کے ساتھ ان تمام آزمائشوں سے گزرے جو معاشرے کی خراب صورتحال کو سنوارنے میں سرسید کو پیش آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرسید نے ایک سماجی فقہی معاملے میں معاشرتی روایت کے برخلاف عمل کیا تو ان کے مسلمان دوستوں نے بھی ان کو نہ صرف تنقید کا نشانہ بنایا بلکہ ان کی مسلمانیت پر بھی حملہ کیا۔ ان حالات میں محسن الملک نے سرسید کا بھرپور ساتھ دیا اور اس دور میں جن سماجی —فقہی مسائل کو ہدفِ تنقید بنایا جارہا تھا ان کو اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ اصل میں ان کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے اور اسلام کے ابتدائی دور اور قرونِ وسطیٰ میں کیا عمل ہوتا تھا۔

لہذا محسن الملک نے جب سماجی-فقہی معاملات کی تحقیق کے حوالے سے کئی (اصولی اور نظری) مسائل پر بحث

کی تو اہلِ کتاب کے ساتھ مسلمانوں کے کھانا کھانے سے متعلق، اور اس سے متعلق کہ ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے یا نہیں، اور یہ کہ کیا ان کے ساتھ ان کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں، جیسے معاملات پر نہ صرف تہذیب الاخلاق میں کئی مضامین لکھے بلکہ سرسید اور امداد العلی کی تصانیف پر محاکمہ بھی کیا۔ سماجی — فقہی مسائل میں طعام اہلِ کتاب کی بحث کا سب سے اہم سبب اس کی اپنی عصری اہمیت ہے، جس کی وجہ سے محسن الملک نے بھی سرسید کی تائید میں اس مسئلے پر قلم اٹھایا۔ محسن الملک اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت کے بارے میں کہتے ہیں:

> جب سے ہم لوگوں میں طعام اہلِ کتاب کی اباحت اور حرمت کی نسبت گفتگو شروع ہوئی ہے تب سے اکثر لوگوں کو اس امر کی تحقیق کی خواہش ہے کہ اصحابِ نبوی اور ان لوگوں کا جو قرون ِ ثلاثہ (یعنی اولّین مسلمانوں کی پہلی تین نسلیں، صحابہ، تابعین، تبع تابعین) میں تھے کیا طریقہ تھا، آیا وہ اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کو حلال جانتے تھے یا حرام یا مکروہ سمجھتے تھے اور ان کی دعوت کو قبول کرتے تھے یا نہیں۔۔۔۔(۳)۔

محسن الملک کا یہ بیان اس بات کی شہادت ہے کہ طعام اہلِ کتاب کی بحث کی ابتداء ۱۸۶۰ کی دہائی میں یا شاید اس سے بھی پہلے ہندوستان میں شروع ہو چکی تھی۔ بہر حال محسن الملک نے بھی اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے سلسلے میں ۱۸۶۰ سے ہونے والے مباحث میں حصّہ لیا اور ۱۸۷۰ء کی دھائی میں اس موضوع پر تین مضامین بھی لکھ ڈالے۔ ان میں سے ایک مضمون ''طعام اہلِ کتاب'' میں انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس بارے میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا کیا عمل تھا۔ دوسرا مضمون غالباً وہ ہے جو انھوں نے سرسید کے رسالے طعام اہلِ کتاب اور اس کے جواب میں سید امداد العلی کے رسالے امداد الاحتساب علی المداہنین فی احکام طعام اہلِ کتاب پر محاکمہ کرتے ہوئے لکھا۔ اور تیسرا مضمون شیعہ مذہب کے حوالے سے لکھا کہ ان کے ہاں اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے کیا احکام ہیں۔ یہ مختصر مضمون محسن الملک نے ابو جعفر الطّوسی [م:۴۶۰ھ] کی کتاب تہذیب الاحکام فی شرح المقنعة الشیخ المفید سے اخذ کر کے لکھا ہے۔ جب کہ پہلا مضمون ابن قیّم [م:۷۵۱ھ] کی تصنیف اغاثة اللہفان من مصائد الشیطان سے استشہاد کر کے لکھا۔ ان تین مضامین کے علاوہ ''بخدمت حضرت کاشف الغطا و کشافِ حقیقت'' میں بھی اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے۔ طعام اہلِ کتاب اور اس کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے محسن الملک اپنا محاکمہ لکھنے کی غرض بتاتے ہوئے کہتے ہیں 'میری غرض اس محاکے سے نہ مناظرہ ہے، نہ مجادلہ، نہ تردید کسی کی، بلکہ صرف حق کا ظاہر کرنا ہے'(۴)۔

ان کے اس بیان کو جس میں وہ حق پسندی کی بات کرتے ہیں، اگر ہم غیر جانبدار ہو کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں یہ خیال، بلکہ یہ یقین، رکھتے ہیں کہ وہ حق بات قبول کرنے سے ہچکچاتے نہیں ہیں، نہ ہی ان کی ناک اور نہ ہی ان کے آبائی عقائد اس میں آڑے آتے ہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں:

> اور چونکہ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا ہے کہ میں سید صاحب کی تحریر پر معترض اور ان کی تالیف کی تردید کرتا تھا اس لئے میں اپنے اوپر واجب سمجھتا ہوں کہ میں اپنی سچی رائے جواب سے ظاہر کروں اور ایک غلط بات کی پیروی کرنے پر جہلِ مرکب کی بیماری میں مبتلا ہونے سے بچوں (۵)۔

یقیناً محسن الملک کے اس طرح کے بیانات ان کی شخصیت و کردار کے اہم، مثبت اور جرأت مندانہ پہلوؤں کے آئینہ دار ہیں کہ وہ اپنے خیالات کی تبدیلی کو کھل کر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہ ۱۸۶۰ سے ۱۸۷۰ کے عرصے میں وہ اپنے فکری ارتقاء کے فیصلہ کن مراحل سے گزر چکے ہیں، جس میں انھوں نے نہ صرف بدلتے ہوئے وقت کے تقاضوں اور ان کی تعمیل کے لئے مذہب میں گنجائش کا اندازہ لگا لیا، بلکہ اس کی تعبیر و تشریح کو عملی طور پر ممکن بنانے کا تہیہ بھی کیا۔

محسن الملک نے سرسید کے رسالے طعام اہلِ کتاب اور امداد العلی کے رسالے امداد الاحتساب پر محاکمہ کرنا اس لئے بھی ضروری سمجھا کہ سرسید کے رسالے کے رد میں لکھے جانے والے رسالے پر نہ تو کسی نے کوئی رائے دی اور نہ ہی اس کا جواب لکھا۔ لہٰذا انھوں نے ان دونوں رسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے خاص اور اہم مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور دونوں رسائل کی غلطی اور صحت کے پہلوؤں پر تبصرہ بھی کیا (۶)۔ دونوں رسائل کی تالیف کے اصول کے بارے میں محسن الملک کی رائے یہ ہے کہ سرسید نے یہ رسالہ بلا پابندیٔ تقلید کے لکھا، جس میں قرآن اور حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، مگر صرف مقلدین کے اطمینان کے لئے اقوالِ علماء کو بھی شامل کیا ہے (۷)۔ جب کہ مولوی امداد العلی کا رسالہ اصولِ تقلید پر لکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے فقہا اور علماء کے فتاویٰ اور روایات سے زیادہ تر استناد کیا ہے (۸)۔

جہاں تک مولوی امداد العلی کے رسالے کا تعلق ہے وہ ہمیں نہیں مل سکا، لہٰذا اس سلسلے میں ہم محسن الملک کے ان بیانات پر تکیہ کریں گے، جن میں انھوں نے امداد العلی کے دلائل نقل کر کے بحث کی ہے۔ اس سے اس بات کا احتمال باقی رہے گا کہ کہیں محسن الملک ان کے کمزور دلائل کو ہی پیش نہ کر رہے ہوں۔ بہر حال، محسن الملک اس اصول کے بارے میں، جس کا التزام سرسید نے کیا ہے، اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں (۹)۔ ''میرے نزدیک تقلید نہ تحقیق حق کے لئے کافی

ہے نہ بمقابل کتاب وسنت کے کسی کا قول ماننے کے لائق ہے‘‘(۱۰)۔مگر چونکہ مقلدین سمجھتے ہیں کہ اب کوئی کسی مسئلے کا حل کتاب وسنت سے نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے محسن الملک ان پچھلے علماء کے اقوال کا سہارا لیتے ہیں، جن کے اقوال ان کے نزدیک قرآن وحدیث کے مطابق ہیں، تاکہ مقلدین کی خاطر جمع رہے(۱۱)۔

محسن الملک نے طعام اہلِ کتاب کی اس بحث میں اپنے آپ کو جن مسائل تک محدود رکھا ان میں جواز وعدم جوازِ طعام اہلِ کتاب کے ساتھ مواکلت، یعنی ساتھ کھانا، شامل ہے۔ یہ سوال کہ انھوں نے طعام کے سلسلے میں اپنے آپ کو ان نکات تک ہی محدود کیوں رکھا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ذبیحے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کے بارے میں اعتراض زیادہ کئے گئے، اس لئے ان کے احکام معلوم کرنے کی طرف توجہ بھی زیادہ دی گئی اور باقی اعتراض ان ہی اعتراضات کے ذیل یا ضمن میں کئے گئے ان کو سرسید نے اپنی بحث میں سمیٹ لیا ہے۔ لہذا شاید محسن الملک یہ چاہتے ہیں کہ وہ انھیں مسائل پر بات کریں جن میں وہ امدادالعلی کو یا سرسید کو غلطی پر سمجھتے ہیں، تاکہ دونوں کی غلطیاں بھی سامنے آئیں اور ان پر ایک تیسری بحث بھی ہو جائے۔ اس حوالے سے سرسید کے ایک خط سے، جو انھوں نے محسن الملک کو لکھا ہے، روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ’’ان تمام تحریروں میں جو باتیں اوپر اوپر کی اور ادھر اُدھر کی ہلم ڈلم تحریر ہوئی ہیں ان کی نسبت لکھنا آپ بھی غیر ضروری سمجھتے ہوں گے اور جو اصل بات اس مسئلے میں ہے اسی کو لکھنا بہتر خیال فرماتے ہوں گے۔۔۔‘‘(۱۲)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محسن الملک نے صرف خاص کام کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے طعام اہلِ کتاب کا محاکمہ کیا ہے۔

قرآنی احکام اور حدیث کی تشریح وتوجیہ کے سلسلے میں محسن الملک نے اپنی بحث کا آغاز ترمذی کی حدیث سے کیا ہے، جس کو سرسید نے بھی جواز طعام اہلِ کتاب کے لئے پیش کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے نصاریٰ کے طعام کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’لایتخلجن فی صدرك طعام ضارغت فيه النصرانيه ،نہ خلجان میں ڈالے تیرے دل کو کوئی کھانا کیا [کہ] مشابہہ ہو گیا تو نصرانی لوگوں کے‘‘۔ ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے اس کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ: ’’والعمل على هذا عنداهل العلم من الرخصة فى طعام اهل كتاب عمل ہے اس حدیث پر اہلِ علم کے نزدیک رخصت اور جواز میں کھانے اہلِ کتاب کے‘‘(۱۳)۔

گویا سرسید اس حدیث کو اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھانے کا جواز سمجھتے ہیں۔ جب کہ امدادالعلی کہتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث سے ترمذی طعام اہلِ کتاب کی رخصت سمجھتے ہیں لیکن نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ان کا کھانا منع ہے(۱۴)۔ لہذا امدادالعلی [غالباً] اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ’’۔۔۔تیرے دل میں ساتھ شک کے

حرمت اس طعام کی کہ مشابہہ ہوتا ہو اس میں نصرانیت کے" (۱۵)۔امدادالعلی نے آگے چل کر اس حدیث کو اس بات کی دلیل بنایا کہ وہ تشبّہ کی بنیاد پر ثابت کریں گے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات منع ہیں۔حالانکہ خود امدادالعلی کے تعلقات انگریزوں کے ساتھ تھے۔ بہر حال، امدادالعلی اپنے موقف کی تائید میں سیوطی [م:۹۱۱ھ]، ابو الطیب [م:۷۴۳ھ] اور مجمع البحار سے شہادتیں لاتے ہیں۔مگر محسن الملک نے اپنے مضمون میں ان اقوال کو نقل نہیں کیا ہے،صرف ان تصانیف کے نام دینے پر اکتفا کیا ہے۔اور اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ خود محسن الملک بھی اپنے موقف کی تائید میں مجمع البحار اور شرح الطیب سے استفادہ کرتے ہیں۔گویا کسی مسئلے کی تائید اور مخالفت میں ایک ہی کتاب سے دلائل اور ثبوت مہیا کئے جا سکتے ہیں،خصوصاً اگر اس میں دونوں جانب کے دلائل یا شہادتیں نقل کر لی گئی ہوں۔محسن الملک اس حدیث کے حوالے سے کہ،عیسائیوں کے ساتھ یا اہل کتاب کے ساتھ کھانا جائز ہے،سرسید کی رائے کو صحیح اور امدادالعلی کی رائے کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس کی پانچ وجوہات پیش کرتے ہیں۔

ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر اس حدیث سے اہلِ کتاب کے کھانے کی حرمت ثابت کر دی جائے تو وہ نص کے مخالف ہوگی۔اس لئے کہ آیت:﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ میں طعام اہلِ کتاب کی حلت نازل ہوئی ہے(۱۶)،اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے۔دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ جب کھانا مشرکین اور بت پرستوں کا حرام نہیں تو اہلِ کتاب کے کھانے کی حرمت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔اور"۔۔۔آیت مذکورہ میں طعام کے معنی ذبیحہ کے اسی لئے ، لئے گئے ہیں کہ تخصیص اہلِ کتاب کی ثابت ہو اور کلامِ الٰہی کا نزول عبث اور بے فائدہ نہ ٹھہرے"(۱۷)۔گویا محسن الملک کے نزدیک امدادالعلی کا موقف قرآن کی نفی کر رہا ہے۔لہذا وہ کہتے ہیں کہ اگر مقلدین کو قرآن وحدیث کے الفاظ سے طعام اہلِ کتاب کے جائز ہونے میں شبہ ہو تو وہ مفسرین اور محدثین کے اقوال کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، جو سرسید اپنے رسالے میں لکھ چکے ہیں(۱۸)۔اس آیت کے بارے میں امدادالعلی کا کہنا یہ ہے کہ "ہاں اس قدر البتہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طعام اہلِ کتاب کا کھانا اور ان کو کھلانا جائز ہے"(۱۹)۔پھر امدادالعلی کو حدیث کے الفاظ سے روگردانی کی کیا ضرورت ہے،شاید اس لئے کہ مسلمان"من تشبہ بقوم فھو منھم" کی وعید میں داخل نہ ہو جائیں(۲۰)۔محسن الملک نے اس حدیث کی وضاحت نہیں کی،شاید اس لئے کہ اس پر بھی سرسید تفصیل سے اپنے رسالے میں بحث کر چکے ہیں اور غالباً یوں بھی کہ امدادالعلی نے بھی اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔سرسید نے اس بحث میں کہا ہے کہ اس حدیث کو طعام سے تعلق نہیں ہے نہ کسی قسم کے تشبّہ سے جو اور کسی قوم کے ساتھ کیا جائے،سوائے ایک حکم کے جو بیان کیا جاتا ہے کہ حالت جدال وقتال میں یا اور کسی قوم کے لوگ مارے جائیں تو ان کی شناخت کی جا سکے

اوران کی تجہیز وتکفین اس قوم کی رسوم کے مطابق کی جا سکے،صرف اسی باب میں یہ حدیث ہے(۲۱)۔

تیسری دلیل محسن الملک کی اہلِ کتاب کے کھانے کے جواز میں یہ ہے کہ جس حدیث کو ترمذی سے نقل کیا گیا ہے اسے ابوداؤد نے اپنی کتاب کے باب ''کراھیة التقذر للطعام'' میں لکھاہے،''یعنی،باب مکروہ ہونے میں گھن کرنے سے کھانے میں''۔لیکن اگر اس حدیث کے الفاظ سے وہ معنی نکلتے جو امداد العلی نے نکالے ہیں تو ابوداؤد یہ لکھتے۔''باب مکروہ یا حرام ہونے میں طعام نصاریٰ کے''(۲۲)۔

ابوداؤد نے اس حدیث کے الفاظ یہ لکھے ہیں،"وسألہ رجل فقال ان من الطعام طعاما اتحرج منہ فقال لایتخلجّن فی نفسك شی"،اس سے حلت طعام ثابت ہوتی ہے(۲۳)۔یعنی ایک شخص نے اپنے وسواس اور کراہت کو بیان کیا اور آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز ہے کہ میں اس کے کھانے سے پرہیز کروں تو آپؐ نے فرمایا:''کہ کچھ شک نہ کر''۔محسن الملک کے نزدیک یہ الفاظ صاف طور پر وسواس سے منع کرتے ہیں اور حلتِ طعام ثابت کرتے ہیں(۲۴)۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث سے حرمت کے معنی لئے جائیں تو ان سے آنحضرتﷺ کے کلام کی ایسی تفسیر ہوگی کہ اس میں اور تحریف میں کوئی فرق نہیں رہے گا(۲۵)۔قرآن وحدیث کے صاف الفاظ سے امداد العلی کی روگردانی بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی ہے۔مگر براہ راست ان کی تحریر تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے موقف کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔شاید اس سے ان کا مقصد حدیث کے الفاظ کو توڑنا موڑنا ہی ہوسکتا ہے۔جب کہ کہا یہ جاتا ہے کہ سرسید اور ان کے ساتھیوں نے اپنے خیالات کے ذریعے کوئی نیا راستہ اپنانے یا کھولنے کی کوشش کی۔محسن الملک نے اپنی پانچویں دلیل میں مقلدّین کے اطمینان کے لئے علماء کے اقوال سے استدلال کیا جن سے طعام کی حلت اور شک یا وسواس کا منع کرنا ثابت ہوتا ہو۔ان استدلالات اور ان شہادتوں سے استناد کرنے سے محسن الملک کا یہی مقصد ہے کہ وہ مسلمانوں کو بتائیں کہ ان کا مذہب شک کرنے اور اپنے آپ کو تنگی یا سختی میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

اس سلسلے میں وہ سب سے پہلے مجمع بحار الانوار(۲۶) کا حوالہ دیتے ہیں۔محسن الملک اس کی چند عبارتیں نقل کرتے ہیں۔یہاں یہ بات کرنا بہت اہم معلوم ہوتی ہے کہ محسن الملک اپنے ماخذ کو کیسے استعمال کرتے ہیں؟ مثال کے طور پر مجمع بحار الانوار سے جو عبارتیں انھوں نے لی ہیں وہ ایک ہی جگہ کی نہیں ہیں،بلکہ دو مختلف جگہوں سے لے کر ملائی گئی ہیں،اس میں بھی دوسری عبارت کے صرف الفاظ لے کر جملہ خود بنایا ہے۔یہ اندازِ تحریر یا تحقیق یقیناً غیر محتاط ہے،مگر محسن الملک کی علمی تحقیق کا یہ انداز شروع ہی سے تھا کہ وہ اپنے ماخذ کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی قدرت

اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ مآخذ کے الفاظ، فقرے، جملے کو لے کر عبارت بنالیتے ہیں، اور ایسا وہ ایک جگہ ہی نہیں کرتے، بلکہ ان کی تحریروں میں کئی مقامات پر اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ قرآنی آیات کے سلسلے میں بھی ان کا یہی اصول نظر آتا ہے کہ وہ دو مختلف آیات کو جوڑ کر اسے اپنی دلیل کے طور پر کام میں لاتے ہیں (محسن الملک کے طرزِ تحقیق و استدلال پر ایک مستقل مضمون زیرِ تحریر ہے)۔ مگر اس میں وہ کوئی علمی بد دیانتی نہیں کر رہے اور مآخذ کی شہادت کو اپنے حق میں بدل نہیں رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگار امین زبیری ان کی تحریر کتاب المحبت و الشوق کے ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، ''نواب صاحب احیاء العلوم کے بعض مضامین اردو میں لکھا کرتے اور مثنوی مولانا معنوی کی حکایات واشعار موقع مناسب پر ملا دیا کرتے تھے'' (۲۷)۔

محسن الملک مجمع البحار کی عبارت سے استفادہ کرتے ہیں جو شک، اضطراب اور، رہبانیت کی نفی کرتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ: ''لا یتخلجن ای لایتحرک فیه شئی من الشك ویووی بالجاء ای لمهملة و اصل الاختلاج الحرکة والاضطراب قوله **ضارعت ای** شابهت النصرانية والرهبانية فی تضئیقهم وتشدید هم و کیف وانت علی الحنیفة السهلی ''، یعنی ''نہ آوے تیرے دل میں کچھ اور اختلاج، نہ ہووے تجھے یعنی حرکت اور اضطراب، کیا تو مشابہہ ہوگا نصرانیوں اور رہبانیوں کے اپنے اوپر تنگی کرنے اور تشدد کرنے میں، اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کیونکہ تو ایسے دین پر ہے جو سیدھا اور آسان ہے''، کہ تم سیدھے اور آسان دین پر ہو چناچہ تمہارے دل میں اختلاج یا حرکت اور اضطراب کا ہونا تمہیں ان نصرانیوں اور رہبانوں سے مشابہہ کر دے گا، جو اپنے اوپر تنگی اور تشدد کو روا رکھتے ہیں (۲۸)۔ وہ فتح الودود سے الطیبی کے حوالے سے مزید ثبوت پیش کرتے ہیں: ''جملہ ضارعت جواب شرط محذوف ای ان شككت شابهت فيه الرهبانية والجملة الشرطية مستانفة للبيان سبب النهی والمعنی لايد خل فيه قلبك ضيق و حرج لانك علی الحنيفة السهلية، فاذا شككت وشددت علیٰ نفسك بمثل هذا شابهت فيه الرهبا نية علیٰ نفسك بمثل هذا شابهت فيه الرهبانية۔'' یعنی ''ضارعت جواب ہے شرط محذوف کا اور معنی اس جملے کے یہ ہیں کہ اگر تو شک کرے گا تو مشابہہ ہوگا رہبانیت کے اور جملہ شرطیہ واسطے بیان سبب نہیں کے ہے اور معنی یہ ہیں کہ نہ آوے تیرے دل میں کچھ تنگی اور شک کیونکہ تو ایسے دین پر ہے جو سیدھا اور آسان ہے۔ پس اگر تو شک کرے گا اور اپنے اوپر سختی اور شدت روا رکھے گا ایسی باتوں میں تو مشابہہ ہوگا تو رہبانیت کے فقط'' (۲۹) یعنی محسن الملک مسلمانوں کو یہ بتانے کی کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نصاریٰ نے اپنی حلال چیزوں کو حرام قرار دے کر انھیں زہد کے درجے پر سمجھ لیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے شبہات اور وسواس

سے مسلمانوں کو منع کیا۔ محسن الملک کے نزدیک طعام اہل کتاب میں شک کرنا رہبانیت کے مترادف ہے اور ایسے شکوک وشبہات سے پرہیز کرنا چاہیے جس میں ایمان کے جانے کا خطرہ ہو۔اس طرح محسن الملک نے الطّیبی کی روایت سے اپنے مؤقف کو ثابت کیا، یہ حوالہ ہمیں شرح الطیّبی میں ملا ہے، جب کہ محسن الملک اسے فتح الودود سے نقل کرتے ہیں اور فتح الودود نے اسے طیّبی سے نقل کر کے لکھا ہے۔محسن الملک جواز طعام اہلِ کتاب کے پوری طرح قائل ہیں، اور اس کے لئے قرآن وحدیث کے واضح الفاظ کی شہادت ان کے لئے کافی ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے جو طعام اہلِ کتاب کا جواز ہے؟ یہ سوال یا مسئلہ یوں اٹھا کہ امداد العلی کا کہنا اس سلسلے میں یہ ہے کہ اس آیت یعنی ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جن کی ذبح کے وقت تسمیہ [وقتِ ذبح بسم اللہ کہنا] کرنے کی عادت ہے اور ایسے یہود ونصاریٰ موحدین میں سے ہیں (۳۰)۔محسن الملک اس سلسلے میں بڑے منطقی انداز میں کہتے ہیں کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ آنحضرتؐ کے زمانے میں بعض نصاریٰ ذبح کے وقت تسمیہ کرتے تھے اور بعض نہیں۔اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو تسمیہ کرتے تھے وہ توحید پرست تھے اور جو نہیں کرتے تھے وہ مشرک تھے (۳۱)۔چونکہ محسن الملک کے نزدیک ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ سے اہلِ کتاب کا ذبیحہ مراد ہے لہٰذا اس کے بعد طعام اہلِ کتاب کا جواز نہ ہونے کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہ جاتی۔دراصل یہود ونصاریٰ کے حوالے سے موحد ہونے کا سوال ان کے تثلیث کے قائل ہونے کی وجہ سے اٹھایا گیا۔اس لیے محسن الملک اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> یہ خیال کرنا کہ نصاریٰ بہ سبب اعتقاد مسئلہ تثلیث کے مشرکین میں سے ہیں، [یعنی تین خداؤں کے ماننے والے]، اور اس لئے ذبیحہ ان کا ناجائز ہے، غلطی ہے کیونکہ وہ مدعیٔ توحید ہیں۔اور جو کہ مدعیٔ توحید ہو اس پر اطلاق شرک نہیں ہو سکتا (۳۲)۔

محسن الملک کا یہ اہم بیان ان کے جدیدیت پسند ذہن کی عکاسی کرتا ہے، ان کی انسان دوستی کو نمایاں کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ نہ صرف ان کی مذہبی رواداری اور بے تعصبی کا بلکہ ان کے دینی فہم وفراست کا بھی مظہر ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ ایک بار توحید کا دعویٰ کر لینے کے بعد شرک کا الزام کسی پر نہیں لگایا جا سکتا اور یہ کہ یہود وعیسائی ایسے مذہب کے ماننے والوں میں شامل ہیں۔

یہاں ہم دیکھیں گے کہ محسن الملک زیادہ تر علماء حنفیہ کے اقوال سے شہادتیں لیتے ہیں۔غالباً اس لئے کہ وہ اس

بات سے واقف ہیں کہ حنفی اس اعتقاد کے قائل اور ماننے والے ہیں کہ جو ایک بار ایمان لے آیا، یا توحید کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا وہ کافر نہیں گردانا جا سکتا۔ وہ ہدایہ کی ''کتاب الذبائح'' سے استدلال کرتے ہیں۔ ''ومن شرط ان یکون الذابح صاحب ملۃِ التوحید اما اعتقاداً کا لمسلمه و [او] دعویٰ کالکتابی"، ذبح کے لئے شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا صاحبِ توحید ہو، خواہ عقیدے کے لحاظ سے جیسے مسلمان اور خواہ دعوے کے لحاظ سے جیسا کہ کتابی۔ محسن الملک نے ایک اور جگہ جہاں آیاتِ احکامی کے عمومی حکم سے بعض صورتوں کو مخصوص و مستثنٰی کرنے کی بحث کی ہے، وہاں انھوں نے امام ابوحنیفہ کا حوالہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک اگر ذبح کے وقت تسمیہ کرنا بھول جائے تو ذبیحہ حلال ہے(۳۳)۔ وہ کفایہ سے استدلال کرتے ہیں ''فانه یدعی التوحید" (۳۴)، عیسائی اہلِ کتاب توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اس لیئے ان کے ذبائح جائز ہیں۔ ان دونوں عبارتوں کی بنیاد پر محسن الملک نتیجہ نکالتے ہیں کہ جو شخص مدعی توحید ہے یہود و نصاریٰ کی طرح ان کا ذبیحہ ویسا ہی جائز ہے جیسا کہ اعتقاداً موحد کا (۳۵)، یعنی صرف توحید کے اعتقاد کا دعویٰ ہی یقین کے لئے کافی ہے۔ یہ سوال کہ کتابی سے یہاں کیا مراد ہے؟ محسن الملک پھر ہدایہ کی طرف جاتے ہیں، ''وذبیحة الکتابی والمسلم حلال لما تلونا ولقوله تعالیٰ: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ و اطلاق الکتابی تیتظم الکتابی الذی والحربی والعربی والتغلبی لان الشرط قیام الملة علی مامر''، جس کا کہنا ہے کہ کتابی کا اطلاق سب اہلِ کتاب پر ہے خواہ وہ ذمی ہوں یا حربی، عربی ہوں یا تغلبی، اور ان کا ذبیحہ جائز ہے، کیونکہ قیامِ ملت ذبح کے جواز کی شرط ہے(۳۶)۔ اور جہاں قیامِ ملت معدوم ہے وہاں ذبیحہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے مجوسی کے ذبیحے کو جائز نہیں سمجھا ہے، ''لاتوکل ذبیحة المجوسی لانه لایدعی التوحید فانعدمت الملة اعتقاد اودعویٰ" ، کیونکہ وہ توحید کا دعویٰ نہیں کرتے، لہٰذا اعتقاداً ملت معدوم ہے(۳۷)۔ محسن الملک امام شافعی سے بھی ذبح کے وقت تسمیہ کے سلسلے میں دلیل لاتے ہیں جو انھیں ہدایہ ہی میں مل گئی۔ امام شافعیؒ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے استناد کرتے ہیں: ''المسلم یذبح علیٰ اسم الله تعالیٰ سمیٰ اولم یسم"، مسلمان خدا ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے اس نے ذبح کے وقت تسمیہ کیا ہو یا نہ کیا ہو(۳۸)۔ چونکہ امام شافعیؒ تسمیے کے لئے زیادہ لگا بندھا اصول نہیں رکھتے، اس لئے محسن الملک نے ان سے استفادہ کیا۔ امام شافعیؒ کی دوسری دلیل جس سے انھوں نے استناد کیا یہ ہے: ''ولان التسمیة لوکانت شرطا للحل لما سقطت بعذرالنسان کا لطهارة فی باب الصلوة ولو کانت شرطا فالملة اقیمت مقامها کما فی الناسی" ، تسمیے کا سہواً ترک کرنا ذبیحے کی حرمت کا باعث نہیں ہے، جو اس پر دلالت کرے گا کہ ذبیحے کے جائز ہونے کے لئے تسمیہ شرط نہیں ہے، اس لئے

کہ اگر تسمیہ حلتِ ذبیحہ کے لئے شرط ہوتو وہ شرط بعذر بھول کے ساقط یا متروک نہیں ہوتی، جیسے کہ طہارت نماز کے لئے ہے۔مگر اگر تسمیے کو شرط بھی سمجھا جائے تو ملت اور مذہب قائم مقام تسمیے کے ہوں گے'' (۳۹)۔

اس طرح محسن الملک نے امام شافعیؒ کی سند سے ذبیحے کے لئے تسمیہ کی شرط کو بالکل ختم کر کے مقلدین کے اعتراض کو ختم کرنے کی کوشش کی، اور غیر مقلدین کے لئے وہ کہتے ہیں کہ انہیں ہر مسئلے میں کسی امام کی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی اور تسمیہ کا ترک کرنا ذبیحے کی شرط میں سے نہیں ہے، لہذا امام شافعیؒ یا ان کے مقلدین پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ کسی حکم کی روگردانی کرتے ہیں (۴۰)۔

ان فقہا سے استدلال کرنے کے بعد ہم محدثین کی طرف آتے ہیں جن سے محسن الملک نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے استدلال کیا۔محسن الملک نے کیوں پہلے اقوالِ فقہا سے کام لیا اور پھر حدیث کی طرف آئے؟ دراصل انھوں نے ہدایہ کے حنفی موقف کی وضاحت کرنے کے بعد حدیث کا حوالہ دیا ہے، اس کے بعد امام شافعی کا حوالہ ہے۔ہم اوپر حنفی اور شافعی نقطۂ نظر کی وضاحت ایک ساتھ کر کے اب حدیث کی طرف آئیں گے۔محسن الملک عمدۃ القاری کی حدیث سے استشہاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ﴾ کی آیت سے یہی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے اور اس آیت سے ان کا ذبیحہ ہی مراد ہے، چاہے وہ عرب یا غیر عرب یہود و نصاریٰ ہوں۔ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ جائز ہے- اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام نہیں لیتے (۴۱)۔محسن الملک اس حدیث میں علماء کے اجماع کو ماننے میں تامل نہیں کرتے، غالباً ان کے نزدیک اجماع ایک صحیح حدیث کے صحیح متن پر ہوگا۔صحیح بخاری میں اہلِ کتاب کے ذبیحے اور کھانے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی ہے۔ ''عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے میں کوئی قباحت نہیں البتہ اگر تو سن لے کہ اس نے بہ وقت ذبیحہ اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا۔(مثلاً عیسیٰ یا مریم) تو اسے مت کھا اگر تو نے یہ نہیں سنا تو اللہ نے ان کا کھانا حلال رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ کافر ہیں'' (۴۲)۔ بہرحال، وہ ابوداؤد کی ایک حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، جس میں تسمیے اور عدم تسمیے کے ثبوت کے لئے ابن عباسؓ سے ایک روایت مروی ہے، جو یہ ثابت کرتی ہے کہ ذبح کے وقت تسمیہ کا حکم اہلِ کتاب کے لئے نہیں ہے۔کیونکہ اس سے پہلے والی آیت: ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ اور ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ فنسخ واستثنیٰ من ذلك فقال: ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾''، (کہ نہ کھاؤ تم اس چیز سے کہ جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو)، والی آیت سے منسوخ کر دی گئی، محسن الملک ترجمے کرنے میں بڑی آزادی لیتے ہیں اس ترجمے میں بھی انھوں نے دو 'نہ' بڑھا دیئے ہیں (کھاؤ تم اس چیز سے جس پر خدا کا

نام لیا گیا ہو)۔﴿وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ...﴾ سے، اہلِ کتاب کا کھانا جائز یا مستثنیٰ کر دیا گیا(۴۳)۔ امداد العلی نے حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ ابنِ عباسؓ کے اس قول سے یہ نہیں نکلتا ہے کہ ''اہلِ کتاب کے ذبح میں موافقت ہمارے قواعد ذبح کی شرط ہے کہ ذابح کتابی ہو یا مسلم، جیسا کہ مذہب ابنِ عباسؓ کا ہے کہ متروک التسمیہ مطلقاً عمداً ہو یا سہواً ان کے نزدیک حلال ہے''(۴۴)۔ امداد العلی کے اس بیان کو چونکہ محسن الملک خود سمجھ گئے ہیں لہٰذا کسی وضاحت کے بغیر صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ انھوں نے، ابن عباسؓ کے اس قول کو تسلیم کرتے ہوئے، عمداً متروک التسمیہ کی حرمت ثابت کی ہے۔ غالباً امداد العلی جان بوجھ کر اس قول کو نہیں مان رہے اور اس کو صرف اتنا تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر ذابح اہلِ کتاب سے ہے تو اس کے ذبیحہ میں کوئی شرط نہیں۔ بہر حال، محسن الملک اس کی تفصیلات میں جائے بغیر آگے بڑھ کر عمداً متروک التسمیہ کی حلت ثابت کرتے ہیں اور اس کے لئے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا سہارا لیتے ہیں، اور تفسیر ابن الکمال اور سنن ابو داؤد سے استدلال کرتے ہیں۔ اس جماعت نے آیت:﴿وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ﴾ کی منسوخی کو مانا ہے، جو تسمیے کے عدم شرط ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے(۴۵)۔

اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں محسن الملک نے جس تیسرے مسئلے پر بحث کی وہ اہلِ کتاب کے تمام ذبیحے جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں ہے۔ اور اس سلسلے میں وہ سر سید کی رائے سے مختلف رائے کا اظہار کرتے ہیں، اور اس میں جو سب سے بڑا اختلاف ہوا وہ مرغی کے گردن مروڑ کر مار دینے پر ہوا۔ کیونکہ سر سید گردن مروڑی مرغی کو جائز سمجھتے ہیں، اس کا ثبوت ان کے اور سر سید کے ان بیانات سے بھی ملتا ہے کہ محسن الملک کا سر سید سے گردن مروڑی مرغی کھانے کے خلاف احتجاج شروع سے ہے۔ جب سر سید انگلینڈ گئے تب بھی محسن الملک کے نام ان کے خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ محسن الملک سر سید کے گردن مروڑی مرغی کھانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے اور اخبار سائنٹفک سوسائٹی میں مضمون بھی غالباً محسن الملک نے ہی لکھے، بہر حال، سر سید نے اس بارے میں محسن الملک کی ناراضگی کا جواب ایک خط میں اس طرح دیا ہے ''جو کچھ غصہ آپ کو مجھ پر در باب گردن مروڑی مرغی کے ہے، وہ میری گردن پر، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ علماء ترکستان (یعنی ترکی) نے بلا کسی تامل کے اس کو جائز کیا ہے۔ تمام ترک جن کی خاکِ پا ہونے کی بھی ہم کو لیاقت نہیں ہے سب بے تامل کھاتے ہیں۔۔۔ علاوہ اس کے جو شخص احتیاطاً اس کا مرتکب نہ ہو نہایت عمدہ بات ہے، مگر اس کو مسئلہ شرعی ٹھہرانا اور اس کے مرتکبین کو آکل حرام قرار دینا نہایت مضر اور اسلام کے پانو پر بدستِ خود تیشہ زدن ہے۔ اس فقرے کے معنی آپ کی سمجھ میں نہیں آنے کے، ان شاء اللہ عنقریب خدمتِ عالی میں

حاضر ہو کر اس کی تفسیر عرض کروں گا'' (۴۶) سرسید، محسن الملک کو اپنے دعوے میں ابوداؤد کی حدیث، جو ابنِ عباسؓ سے منقول ہے اور جس کا اوپر ذکر ہوا، پیش کرتے ہیں۔ لیکن محسن الملک سرسید کے اس ثبوت کو، جو وہ گردن مروڑی مرغی کے سلسلے میں لائے، قبول نہیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> میرے نزدیک اس مسئلے میں سید احمد خان صاحب نے بڑی غلطی کی ہے۔ کیونکہ جو دعویٰ انھوں نے کیا ہے وہ اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا اور کتابی کا ذبیحہ بلا تسمیہ کے جائز ہونے کے سوائے اس قول سے اور کچھ نہیں نکلتا (۴۷)۔

محسن الملک کی اس دلیل میں غالباً یہ بات پنہاں ہے کہ گردن مروڑ کر مارنا ذبح کی تعریف میں نہیں آتا۔ یہاں امدادالعلی، محسن الملک اور سرسید کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے ''تسمیہ ذبح میں شرط نہیں ہے'' (۴۸)۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ امدادالعلی جھگڑا کیوں کر رہے ہیں؟ یا صرف سرسید کا رد کرنے کے لئے مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں؟ یا غالباً امدادالعلی نے گردن مروڑ کر ذبح کرنے کی بات کو مان لینے سے بہتر یہ سمجھا کہ تسمیہ کی شرط کو چھوڑ دیا جائے؟ لیکن یہ بات کوئی سنجیدگی اور استقامت کی علامت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ تاہم، محسن الملک نے سرسید سے اختلاف کر کے اپنے مؤقف کو ظاہر کیا۔ اگرچہ سرسید نے محی الدین ابن عربی [م: ۶۳۸ھ] کی تفسیر اور احمد بن یحییٰ الونشریسی مالکی [م: ۹۱۴ھ] کی معیار المعرب سے اپنے دعوے کے حق میں شہادتیں پیش کیں۔ گویا سرسید اس معاملے میں بالکل منفرد نہیں ہیں بلکہ اور مسلم علماء بھی اس طرح کی رائے رکھتے ہیں، مگر محسن الملک سرسید کی ان شہادتوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں ''چونکہ منخنقہ [وہ جانور جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو] کی حرمت صراحۃً ایک دوسری آیت محکم سے ثابت ہے اور اس کی تخصیص یا تنسیخ کسی دوسری آیت سے نہیں ہوئی تو تعجب ہے کہ کیوں کر انھوں [سرسید] نے اس روایت میں یہ خیال کیا کہ اہلِ کتاب کا گردن مروڑ کر مار ڈالنا بھی ذبیحہ میں داخل ہے اور جو قول ابنِ عربی اور معیار کا انھوں نے نقل کیا ہے وہ ایک عالم کی رائے ہے، جو قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ سے مختلف ہے اس لئے ہم کو کچھ اعتبار نہیں'' (۴۹)۔ یہاں محسن الملک کی رائے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن اور حدیث کی نص صریح کو چھوڑ کر ان کے لئے کسی عالم کی رائے کو ماننا مشکل ہے۔ دوسرے یہ محاکمہ ان دو لوگوں کے درمیان ہے، جن کا دعویٰ قرآن و حدیث سے استدلال کرنے کا ہے۔ لہٰذا محسن الملک نے سرسید کے سامنے صرف قرآن و حدیث کو رکھا۔ اور چونکہ منخنقہ [گلا گھونٹ کے مارنا] کی آیت کی کسی اور آیت سے منسوخ نہیں ہوئی اس لئے محسن الملک نے سرسید کی رائے کو مسترد کیا۔ حالانکہ آیت: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے مگر محسن الملک نے سرسید کے دعوے کو

نہیں مانا۔اورمنخنقہ کی آیت کوایک منصوص آیت قرار دیتے ہوئے سرسید پر یہ الزام لگایا کہ گردن مروڑی مرغی کوسرسید جائز کہہ کرقرآن کے ایک منصوص حکم کی عدولی کرر ہے ہیں (۵۰)۔ اس سلسلے میں سرسید نے ایک ''خط ازطرف سید احمد بنام مولوی سیدمہدی علی صاحب (نسبت طیورمنخنقہ اہلِ کتاب)''، تہذیب الاخلاق میں لکھا،جس میں انھوں نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ ''میری تحقیق یہ ہے کہ پرندمنخنقہ کی حرمت باستدلال آیت متدلہ منصوص قرآن نہیں ہے''۔ خاص طور سے اس کے چارالفاظ منخنقة، گلاگھٹ کر، موقوذة، چوٹ لگ کر، متردية، گرکر،اور نطيحة،سینگ لگ کرمر جائے، کی وضاحت ان کے نزدیک ضروری ہے۔اور جہاں تک خنق' گلا گھونٹ کر مارنے، کاتعلق ہے وہ چوپاؤں سے متعلق ہوسکتا ہے، کیونکہ عرب میں چوپاؤں کوگلہ گھونٹ کر مارنے کارواج تھا،جس کی حرمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔بہرحال سرسید کی تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ:﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کی آیت سے اہلِ کتاب کا کھانا ہمارے لئے حلال ہوگیا اور مذکورہ آیت کے ان چار الفاظ میں پرندوں کے گلہ گھونٹ کر مارنے کی حرمت شامل نہیں ہے، اس لئے اس آیت کومنصوص نہیں کہا جاسکتا، البتہ اس کا قیاسی غیر منصوص العلت ہوناممکن ہے۔اور پھر سرسید محسن الملک کو نصیحت کرتے ہیں کہ:''تم اپنے دل کوخوب ٹٹولو کہ کہیں یہ تمہارااختلاف میرے ساتھ اسی تقلید کا اثر تونہیں ہے جس سے انسان قبل تحقیق ہرایک بات کا فیصلہ کردیتا ہے''(۵۱)۔

سرسید کی یہ بات محسن الملک کی تحقیق کی عادت کے خلاف ہوگی۔ہم دیکھتے ہیں کہ محسن الملک نے جب قرآنی آیات کی تاویل کے سلسلے میں ایک مضمون لکھا تو اس کے حصّے' آیاتِ احکامی کے عمومی حکم سے بعض صورتوں کومخصوص اور مستثنیٰ سمجھنا باستدلال کتاب وسنت' میں اس مسئلے کو پھر اٹھایا اور لکھا کہ اہلِ کتاب کے گردن توڑ کر مار ڈالنے سے اگرکوئی آیت:﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ اوردوسری احادیث سے استدلال کرتا ہے تواگرچہ یہ غلطی افسوس کے قابل ہے مگر حقیقت میں وہ نص کا انکارنہیں ہے۔مگرمحسن الملک کے نزدیک،اُس ذبیحے کو''جوخودگلاگھٹ کرمرگیا ہو یا اورکسی نے گلا گھونٹ کر مارڈالا ہواور[تو]بلاقیداہلِ کتاب کے اور بے استدلال کتاب وسنّت کے تو ایسا کہنا انکارنص ہے اورایسا کہنے والا کافر ہے۔۔۔''(۵۲)۔

گلاگھٹ کرمرجانے والے یاکسی کے گھونٹ کر مارڈالنے والے ذبیحے کے مسئلے میں ایک اور پہلو جوسامنے آیا وہ یہ کہ کیا مشرک کا ذبیحہ حلال ہے یانہیں؟ سرسید اس کی تفتیش کوضروری نہیں سمجھتے ہیں، جب کہ امدادالعلی اس کومعلوم کرنا بے حدضروری سمجھتے ہیں۔محسن الملک نے اس مسئلے میں سرسید کوغلطی پرٹھہرایا ہے مگرمحسن الملک اس سے پہلے یہ کہہ چکے ہیں کہ مشرکین کا کھانا حرام نہیں ہے اورامدادالعلی کے اس موقف کوچیلنج بھی کرچکے ہیں کہ آنحضرتﷺ کے زمانے میں جو

نصاریٰ ذبح کے وقت تسمیہ کرتے تھے وہ موحدین میں سے تھے اور جو نہیں کرتے تھے وہ مشرکین میں سے تھے۔ محسن الملک سمجھتے ہیں کہ کوئی عالم امداد العلی کے اس دعوے کو ثابت نہیں کرسکتا اور یہ کہنا مشکل ہے کہ نصاریٰ کا کوئی فرقہ ایسا تھا اور ایسا ہے کہ جس میں ذبح کے وقت تسمیہ اور غیر تسمیہ کے بارے میں اختلاف ہو۔ لیکن شاید محسن الملک کے لئے مشرکین کے ذبیحے کا مسئلہ ہندوستان کے حوالے سے بنا۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ گردن مروڑ کر مرغی کو مار ڈالنے کا کام بھی یہی انگریزوں کے چمار مشرک باورچی کرتے ہیں، اس لئے بغیر جانچ پڑتال کے ایسا کھانا ان کے نزدیک گویا چماروں کے ہاتھ کی گردن مروڑی مرغی کا کھانا ہے۔ اس سلسلے میں سرسید کا موقف یہ ہے کہ جب معلوم ہو جائے کہ ذبیحہ مشرک کا کیا ہوا ہے تو اس وقت اس کا کھانا ممنوع اور حرام ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اس قسم کا شبہ ہو تو معلوم کرلیں اگر مشرک کا قتل کیا ہوا ہو تو نہ کھائیں (۵۳)۔ بہرحال، یہاں پرندوں کے گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کے سلسلے میں محسن الملک کی فکر میں تضاد ضرور نظر آتا ہے۔ دراصل اس وقت کے ہندوستان میں یہ ایک سماجی مسئلے کے طور پر محسن الملک اور سرسید کے سامنے آیا۔ چنانچہ محسن الملک اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کچھ استثنائی نکات نکال رہے ہیں۔

محسن الملک، سرسید سے اپنی ایک زبانی گفتگو کا حوالہ دیتے ہیں، جس میں سرسید نے انھیں بتایا کہ جب انھیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کا باورچی ہندو ہے تو ذبیحے کی تحقیق کر لیتے ہیں مگر جہاں باورچی مسلمان ہوتا ہے وہاں وہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں، وہ مشرکین کے کھانے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کے قاعدے کے مطابق چونکہ مشرکین میں کوئی ظاہری نجاست نہیں ہوتی اس لئے ان کا کھانا حرام نہیں ہے، عنایہ شرح ہدایہ سے اس کی شہادت لاتے ہیں، ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے صرف مشرکین ناپاک ہیں، کہتا ہوں میں نجاست ان کے اعتقاد میں ہے نہ ان کی ذات میں'' (۵۴)۔ مگر بات مشرکین کے عام کھانے کی نہیں بلکہ ذبیحہ کی ہے۔ مشرکین کا کھانا محسن الملک کے نزدیک بھی حرام نہیں ہے، جیسا کہ انھوں نے طعام اہلِ کتاب کے جواز کے پہلے مسئلے میں کہا ہے۔ سرسید کے اس بیان کی، کہ وہ باورچی کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں، امداد العلی تردید کرتے ہیں اور یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب کے قول کو معتبر کیسے سمجھا جائے؟ محسن الملک نے اس اعتراض کا جواب دوطرح سے دیا ہے، مثلاً ان کے نزدیک اہلِ کتاب کے قول کے نامعتبر ہونے کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے کہ جھوٹ بولنا ان کی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ لہٰذا محسن الملک کو ظاہراً اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اہلِ کتاب مسلمانوں سے ذبیحے کے ہونے یا نہ ہونے کو چھپائیں (۵۵)۔ دوسرے وہ اپنے پرانے طریقے کو اپناتے ہوئے مقلّدین کے اطمینان کے لئے اقوالِ فقہاء سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ہدایہ میں ہے ''من ارسل اجیر اله مجوسیاً اوخادمانا شترى لحما فقال اشتيريتة من يهودى

اونصرانی اومسلم وسعه اکله ''(کہ پس مجوسی مشرک کا یہ کہہ دینا کہ میں نے گوشت یہودی یا نصرانی یا مسلم سے لیا ہے واسطے کھانے اس گوشت کے کافی ہے)(۵۶)۔ فتاویٰ نوازل میں ہے کہ:

''کسی نے ابو مطیع سے پوچھا کہ اگر ایک نصرانی کسی کی دعوت کرے اور کھانے کو بلائے اور یہ کہے کہ میں نے گوشت بازار سے مول لیا ہے تو ہم اسے کھائیں۔ابو مطیع کہتے ہیں میں نے ابی عروہ سے پوچھا انھوں نے کھانے کی اجازت دی،۔۔۔لیکن ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہم نہ کھائیں گے جب تک نہ دیکھ لیں کہ اس نے ذبح کیا ہے''(۵۷)۔

یہاں ہم اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مشرکین کے حوالے سے جب محسن الملک اور سرسید گفتگو کرتے ہیں تو اس میں وہ ان کو'چمار مشرک' یا 'مشرک چمار باورچی' یا 'کم ذات' کہنے میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے۔کیا اس سے ان کے طبقاتی معاشرے کا پتہ چلتا ہے جس کا وہ خود بھی حصّہ تھے۔اس طبقاتی معاشرے کو سرسید کی اصلاحی تحریک سے منفی طور پر منسوب بھی کیا گیا ہے اور اسے اونچے طبقے کی تحریک سمجھا گیا ہے۔ یہاں جب ہم ان کی یہ گفتگو یا الفاظ سنتے اور دیکھتے ہیں تو توجہ اس طرف مبذول ہوتی ہے کہ کیا واقعی محسن الملک اور سرسید اس قسم کی سوچ رکھنے والے مصلحین ہیں جس میں وہ خود کو اشراف کے طبقے میں شامل کرتے ہیں اور ایک خاص طبقے کے مسلمانوں کے لئے ان کی اصلاحی کوششیں ہیں؟ یعنی اس طبقے کے لئے جس کا واسطہ حکمرانوں سے ہے یا ان سے پڑنے والا ہے،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ انیسویں صدی کے ہندو مسلم معاشرے میں ایک عام بات ہو۔ بہرحال،اب تک کی بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ محسن الملک کو اہلِ کتاب کے کھانے میں دو چیزیں پسند نہیں ہیں ایک گردن مروڑی مرغی اور دوسرے مشرکین کا ذبیحہ۔ حالانکہ صدیوں سے ہندوؤں کے ساتھ ایک معاشرے میں رہنے کی وجہ سے اب ان دونوں مذاہب کے لوگوں کے یہ مسائل بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مسئلہ صرف نئے حکمرانوں کا تھا جن سے دونوں ہی قومیں ابتدا میں معاشرتی روابط کے مخالف رہیں،اور محسن الملک اور سرسید دونوں ہی کے ہندوؤں سے بہت زیادہ تعلقات بھی رہے۔

طعام اہلِ کتاب کا ایک اور بڑا مسئلہ جو شروع سے محسن الملک کی توجہ کا مرکز رہا، اہلِ کتاب کے ساتھ مواکلت(ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا) کا ہے۔اس سلسلے میں سرسید نے اپنے رسالے احکام طعام اہلِ کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا،نہ ہی محسن الملک نے امداد العلی کے موقف کے بارے میں کچھ کہا ہے،مگر امداد العلی کے نفرت آمیز بیانات کا محسن الملک نے ذکر ضرور کیا ہے۔تاہم،اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ان کا اظہار انھوں نے اپنے رسالے میں کیا ہے یا کہیں اور۔لیکن خود محسن الملک نے اس امر پر نہ صرف بات کی بلکہ دو مضامین لکھے اور محاکے کے مضمون میں اس

موضوع پر ایک حصّہ صرف کیا ہے۔

یہاں اس امر سے متعلق محسن الملک کے ابتدائی زمانے کے رویّے کی بات کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ پہلی مرتبہ انھوں نے اس مواکلت پر کس ردِعمل کا اظہار کیا۔ محسن الملک کے تعلقات انگریزوں کے ساتھ بہت پہلے سے تھے، کم از کم اپنی ملازمت کے زمانے سے، لیکن شاید اس میں ان کے ساتھ کھانا کھانے کی صحبت شامل نہ ہو۔ اگر چہ سرسید کے بھی انگریزوں کے ساتھ تعلقات بہت پہلے سے تھے مگر اس میں سرسید کا ان کے ساتھ کھانا کھانا بھی شامل تھا، جیسا کہ حالی کہتے ہیں کہ ''وہ (سرسید) کہتے تھے کہ بجنور فتح ہونے کے بعد میں اور مسٹر پامر مجسٹریٹ ضلع بجنور نجیب آباد، سے بجنور کو آرہے تھے، رستے میں ایک جگہ ہم دونوں اترے۔ مسٹر پامر نے مجھ سے پوچھا کہ چائے پیو گے؟ میں نے کہا یہاں چائے کہاں؟ انھوں نے کہا ہمارے ساتھ بنی ہوئی بوتل میں موجود ہے۔ میں نے کہا بہت بہتر۔ غرض کہ ہم نے چائے پی اور ایک آدھ توس کھایا۔ پھر ایک روز بجنور میں رات کو مسٹر پامر کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا، وہ کھانے پر جانے والے تھے انھوں نے کہا کہ تم بھی کھانا یہیں کھالو اور خانساماں کو اشارہ کیا کہ میرے سامنے بھی رکابی لگا دے۔ خانساماں کو اس بات سے ایسا تعجب ہوا کہ کئی دفعہ اشارہ کرنے پر بھی نہ سمجھا کہ آج مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھائے گا'' (۵۸)۔ چنانچہ جب ۱۸۶۳ میں محسن الملک سرسید کے گھر آئے اور انھیں سرسید کے اس معمول کا پتہ لگا کہ ایک دن وہ اپنے گھر اپنے انگریز دوست کے ساتھ رات کا کھانا کھاتے ہیں اور دوسرے دن انگریز دوست کے گھر جا کر کھانا کھاتے ہیں تو بقول حالی، اس سے انھیں کراہت ہوئی اور رات بغیر کھانا کھائے گزاری۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے سرسید نے ان کے لئے الگ کھانے کا انتظام کرنا چاہا تو محسن الملک نے یہ سوچ کر کہ شرعاً یہ عمل ممنوع نہیں ہے اور صرف خلافِ عادت دیکھنے سے نفرت ہوئی ہے، میز کرسی پر غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھایا۔ اسی طرح انھوں نے غیر مسلم کے گھر جا کر کھانا کھانے کے بارے میں بھی یہی خیال کیا کہ شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ غالباً اس طرح محسن الملک کے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھانے کا آغاز ہوا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ محسن الملک شرع اور مستثنیات کے بارے میں جانتے ہیں اور عادت اور نفسیات کے بارے میں بھی۔ دوسرے یہ کہ انھیں صحیح یا نئی بات کو اپنانے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ محسن الملک کے اس عمل پر اٹاوہ میں کیا ردعمل ہوا، اس بارے میں حالی اور امین زبیری نے لکھا ہے کہ ''مہدی علی سرسید اور انگریزوں کے ساتھ میز کرسی پر کھانا کھا رہے ہیں، یہ خبر محسن الملک کے الٰہ آباد کے ایک دوست کی وساطت سے اٹاوہ میں ان کے ایک نامہربان دوست کو بھیجی گئی، تو انھوں نے محسن الملک کے گھر کے نزدیک ایک بیٹھ [پنچائیت] لگتی تھی اس میں جا کر خط کا مضمون سنایا کہ افسوس ہے مولوی مہدی علی کرسٹان ہو گئے، جو سنتا تھا کہتا تھا خدا سید احمد خان پر لعنت کرے۔ اس واقعے کے بعد محسن الملک کے گھر پر حلال

خور، سقہ، گویا سب لگے بندھوں نے آنا جانا چھوڑ دیا اور سب یہ سمجھنے لگے کہ مہدی علی کرسٹان ہو گئے'' (۵۹)۔

سرسید اہلِ کتاب کے ساتھ مواکلت کو پوری طرح جائز سمجھتے ہیں، جب کہ امداد العلی نہ صرف اس کو ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کے مرتکب کو کافر سمجھتے ہیں (۶۰)۔ چونکہ محسن الملک کا طرزِ عمل بھی سرسید سے مختلف نہیں ہے لہذا محسن الملک امداد العلی کی تنقید اور مخالفت کو، جو وہ انگریزوں کے ساتھ مواکلت کے سلسلے میں کرتے ہیں، ان کی مبالغہ آمیزی کہتے ہیں۔ کیونکہ جتنی وجوہ حرمت کی وہ بیان کرتے ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کا نقل کرنا اور رد کرنا دونوں محسن الملک کے نزدیک فضول ہے (۶۱)۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''مولوی صاحب نے بہت مبالغہ کیا ہے اور حد سے زیادہ تشدد فرمایا ہے، شاید مولوی صاحب نے جواب ترکی بہ ترکی کے مضمون پر عمل کیا ہے کہ جب سید صاحب نے انگریزوں کے کھانے کو بلا تحقیق و تفتیش جائز کر دیا اور اہلِ کتاب کی گردن مروڑی ہوئی مرغی کو بھی حلال ٹھہرا دیا تو اس کا جواب یہی ہے کہ انگریزوں کا کھانا اور ان کے ساتھ کھالینا نہ صرف مکروہ اور خلافِ تقویٰ ٹھہرایا جاوے [جائے] بلکہ ممنوع اور حرام اور قریب بہ کفر کر دیا جاوے [جائے]'' (۶۲)۔

گویا محسن الملک کے نزدیک امداد العلی اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کو شرک باللہ اور انکارِ نبوت سمجھتے ہیں (۶۳)۔ اس سلسلے میں سرسید کے حوالے سے حالی کہتے ہیں کہ ''۔ جب انھوں [سرسید] نے دیکھا کہ رسم و رواج کی قیدیں ایک آدمی کے اٹھا دینے سے نہیں اٹھتیں اور مسلمانوں کا انگریزوں سے خوف و وحشت کرنا اور انگریزوں کا مسلمانوں سے بدگمان اور متنفر رہنا اس وقت تک موقوف نہ ہوگا جب تک کہ دونوں قوموں میں میل جول اور ربط و ضبط نہ ہو۔۔ اس لئے انھوں نے ایک مبسوط اور مفصّل تحریر ۱۸۶۸ میں بنام ''رسالہ احکام طعام اہلِ کتاب'' بنارس میں لکھ کر شائع کی ۔جس میں آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی اور روایاتِ فقہی سے اور خاص کر شاہ عبدالعزیز کے فتوے سے، جس پر تمام مسلمانوں کو اعتبار ہے اس پر استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے ہاں، خود ان کے ساتھ، انھیں کے ہاتھ کا پکا ہوا، انھیں کے برتنوں میں اور انھیں کا ذبیحہ جس طرح کے انھوں نے کیا ہو کھانا درست ہے؛ صرف سور اور شراب اور حرام چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے'' (۶۴)۔ محسن الملک اپنے ایک مضمون میں روایت پرستوں کے انگریز مخالفانہ رویے کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

''بڑا بھاری کفر جو آپ سے اٹھائے نہیں اٹھتا وہ کیا ہے؟ انگریزوں کے ساتھ کھانا۔ سو اول تو آپ اصحابِ رسول کو کافر بتایئے جنھوں نے بیت المقدس کے گرجے میں عیسائیوں کی دعوت کھائی

ہے۔۔۔پھر ان تمام مسلمان ترکوں پر لعنت کیجیے جو روز مرغیاں چٹ فرماتے ہیں، اور ان خلیفۃ اللہ ظل اللہ کو جن کا خطبہ مکے کے اونچے منبر پر صبح شام پڑھا جاتا ہے کرسٹان بتائیے، جب اس سے کچھ کفر بچے تو خیر بنارس اور مرزاپور بھی بھیج دیجیے۔ مگر مجھے تو امید نہیں ہے کہ کچھ بچے، کیونکہ کیا وہ لوگ محروم رہ جاویں[جائیں] گے جو بت پرستوں کے پگڑی بدل بھائی بن کر ان کی جھوٹی پوریاں چٹ اور چمار حلوائیوں کے مگد کے لڈو غٹ فرمایا کرتے ہیں، ان کے لئے بھی تو کچھ آخر حصّہ چاہیے''(۶۵)۔

جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ محسن الملک نے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھانے کے سلسلے میں جو پہلا مضمون لکھا، وہ اسی تحقیق پر مبنی ہے کہ صحابہ کے ہاں اس سلسلے میں کیا رواج ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''میں مدت سے اس کی تحقیق میں ہوں چنانچہ اتنا تو مجھے ثابت ہو گیا تھا کہ حضرت عمرؓ جب کسی اہلِ کتاب سے مصالحہ[مصالحت] کرتے اور ان سے عہد لیتے تو عہد نامے میں منجملہ اور شرائط کے ایک یہ بھی شرط کرتے تھے کہ جب کسی مسلمان کا ان کے یہاں گزر ہووے[ہو] تو تین دن تک مہمانی کریں گے۔ مگر یہ بات صاف معلوم نہ ہوتی تھی کہ اس وقت مہمانی کا کیا قاعدہ تھا، آیا اہلِ کتاب خشک دانے دیا کرتے تھے[غالباً گیہوں] یا قیمت کھانے کی نذر کیا کرتے تھے یا اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا کھلاتے تھے یا خود بھی ان مسلمان مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے''(۶۶)۔

محسن الملک کی تحقیقی مستقل مزاجی نے بالآخر انھیں ان کے مقصد تک پہنچا دیا اور ابن قیم کی کتاب اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان (۶۷) کے مطالعے کے دوران انھیں صحابہ کے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ:

> اصحاب نبویؐ نہ صرف اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کو جائز جانتے تھے بلکہ ان کی ضیافت کو قبول کرتے، ان کے یہاں کے پکے ہوئے کھانے ان کے گھر اور ان کے عبادت خانوں میں جا کر کھاتے۔۔۔(۶۸)۔

اس سلسلے میں شبلی کا موقف یہ ہے کہ آج کل عیسائیوں وغیرہ کا کھانا مکروہ اور ممنوع بتایا جاتا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے قاعدہ بنا دیا ہے کہ جب کسی مسلمان کا گزر ہو تو عیسائی اس کو تین دن مہمان رکھیں۔۔۔؛ اسی طرح شبلی حضرت عمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں عیسائی جو پنیر بناتے ہیں اس کو کھاؤ(۶۹)۔ حالی کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کا کھانا اہلِ کتاب کے لئے حلال کیا گیا(۷۰)۔ سرسید کے حوالے سے حالی کا یہ بیان

بھی اہم معلوم ہوتا ہے کہ ''جب [سرسید کا] یہ رسالہ [طعام اہلِ کتاب] چھپا تو اول اول بہت شور وغل ہوا، سرسید کو کرسٹان کہا گیا، ان کے ساتھ کھانا کھانے سے احتراز کیا گیا، ان کے رسالے کے جواب لکھے گئے۔ بعضوں نے اس باب میں کوشش کی کہ سرسید کے ساتھ سب مسلمان کھانا پینا چھوڑ دیں مگر بقول سرسید کے وہ سب باتیں ایسی تھیں جیسے آندھی کا ایک بگولا اٹھا اور خاک اڑا کر چلا گیا، پھر مطلع صاف ہوگیا۔ اب وہی لوگ جو سخت معترض تھے خود انگریزوں کے ہاں جا کر اور ان کو اپنے ہاں بلا کر ساتھ کھانے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ البتہ جن لوگوں کی انگریزوں تک رسائی نہیں وہ اپنے تقویٰ اور طہارت پر بدستور قائم ہیں'' (۷۱)۔ گویا محسن الملک کے تمام ساتھی اہلِ کتاب، یعنی انگریزوں، کے ساتھ کھانا کھانے کو برا یا حرام یا غیر شرعی سمجھنے کے بجائے اسے مسلمانوں کا ایک سماجی مسئلہ سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ محسن الملک خود آنحضرتؐ کے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''ایک یہودی نے آپؐ کی ضیافت جو کی روٹی اور بگڑے سالن سے کی تھی'' (۷۲)، اس طرح وہ ثابت کرتے ہیں کہ خدا نے اہلِ کتاب کا کھانا حلال فرمایا ہے اور مسلمان ان کا کھانا کھایا کرتے تھے (۷۳)۔ ایک اور جگہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے ایلچیوں کی، جن کا مذہب رومن کیتھولک تھا، خدمت کی اور صحابہؓ سے فرمایا: ''کہ انھوں نے میرے یاروں کی خدمت کی تھی۔ میں اس کی تلافی چاہتا ہوں خاص مسجدِ نبوی میں رومن کیتھلک عیسائیوں کو نماز [عبادت] پڑھنے کی اجازت دی'' (۷۴)، اسی طرح انھوں نے سلطانِ روم کی مثال دی ہے جو نپولین کے ساتھ میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے (۷۵)۔

گویا محسن الملک امدادالعلی اور ان کے روایت پرست حلقے کے لئے تاریخ سے آنحضرتؐ، حضرت عمرؓ، صلاح الدین ایوبی، سلطان روم کی مثالیں لائے، جو اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے سلسلے میں ہیں، وہ سلطان صلاح الدین کے حوالے سے فتح بیت المقدس کے دو واقعات بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ''سلطان صلاح الدین کے پاس امیرِ صیدا [یہ بیروت کے قریب واقع ہے] آیا تو سلطان نے اس کا احترام اور اکرام کیا اور اس کے ساتھ کھانا کھایا اور۔۔۔ خوبیاں اسلام کی اس کے سامنے بیان کیں اور مسلمان ہونے پر اسے برانگیختہ کیا، [اسی طرح سے وہ ایک اور مثال شقیف، ارنون جو بانیاس کے قریب ایک قلعہ ہے، کی دیتے ہیں]، خلاصہ یہ کہ والی شفیق [شقیف] جو بڑے امیروں اور دانشمندوں سے فرنگیوں کے تھا سلطان کے پاس آیا تو سلطان نے اس کی تعظیم وتکریم کی اور اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا'' (۷۶)۔

اس طرح انھوں نے یہاں بھی اپنے فکری رجحان کے مطابق ابتدائی مسلمانوں کے معاشرے اور دورِ متوسط اور اپنے قریب کے معاشرے میں آزادی رسم ورواج دکھانے کی کوشش کی ہے، جو نہ صرف مذہبی اور سیاسی معاملات میں انھیں حاصل تھی بلکہ سماجی معاملات میں بھی وہ اتنی ہی آزادی اور کھلے ذہن کے ساتھ حرکت کرتے تھے جو بعد میں جمود وغفلت کا شکار ہوگئے۔

محسن الملک نے اس سلسلے میں صرف سنّی فقہ میں اہلِ کتاب کے ساتھ مواکلت کے ثبوت پیش نہیں کئے بلکہ وہ شیعہ فقہ کو بھی اس تحقیق کے دائرے میں لے آتے ہیں۔ یہ ان کے لئے اس لئے بھی ضروری ہے کہ شیعہ بھی اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے کو نجس سمجھتے ہیں۔ محسن الملک ابی جعفر الطّوسی [م:۴۶۰ھ] کی تصنیف تہذیب الاحکام سے امام جعفر صادقؒ [م:۱۴۸ھ] کی ایک روایت سے استفادہ کرتے ہیں، جس میں ایک نومسلم نے ان سے پوچھا ہے کہ وہ تو مسلمان ہوگیا ہے مگر اس کے گھر والے نصرانی ہیں اور وہ انھیں کے ساتھ رہتا ہے، ان کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟ جعفر صادقؒ نے صرف اتنا پوچھا کہ وہ سور کھاتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں، مگر شراب پیتے ہیں، امام جعفر صادقؒ نے ان کے ساتھ کھانے پینے کی اجازت دی (۷۷)۔ اس طرح محسن الملک نے سنی اور شیعہ دونوں حوالوں سے بحث کر کے اس کے جائز ہونے کے ثبوت فراہم کئے۔ یہ ان کے اس شوق اور لگن کی علامت بھی ہے جو انھیں تحقیق سے ہے۔ مگر محسن الملک نے اپنے اس ''محاکمۂ طعام اہلِ کتاب'' میں اپنی ذاتی رائے کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ قابل توجہ بھی ہے اور قابل غور بھی۔ اس لئے کہ وہ سرسید اور مولوی امداد العلی دونوں کی رائے سے ہٹ کر ہے، اور اس بات کی آئینہ دار ہے کہ محسن الملک شرعاً اور مزاجاً دونوں طرح اعتدال پسند اور میانہ رو تھے۔ امداد العلی تو امداد العلی، وہ سرسید کے مقابلے میں بھی شدت پسند نہیں تھے۔

محسن الملک، اہلِ کتاب کے ساتھ مواکلت کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ''اگر یہ مواکلت ان کے گھر پر ہو تو اس میں کسی قسم کی کوئی جھجک یا عار وہ محسوس نہیں کرتے، اور نہ ہی کوئی شرط رکھتے ہیں۔ مگر جب وہ اہلِ کتاب کے گھر پر مواکلت کریں گے تو چند شرائط کے ساتھ، مثلاً ان کے گوشت کا ذبح ہونا ثابت ہو۔ میز پر شراب اور سور نہ ہو (۷۸)۔

خلاصہ کلام

مسئلہ طعام و ذبیحہ اہل کتاب میں محسن الملک کا یہ طرزِ عمل اور طرزِ فکر ایک محتاط رویے کی طرف اشارہ کرتی ہے- کیونکہ محسن الملک کوئی عام آدمی تو ہیں نہیں، نہ ہی کوئی نام نہاد مولوی ہیں، بلکہ طعام اہلِ کتاب کے مسئلے کو جن نقلی ماخذ سے ثابت کر کے ان کو عقلی تعبیر دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کا حصّہ ہے۔ انھوں نے اپنے استدلالات اور استشہادات کو بڑے مضبوط اور واضح دلائل کی بنیاد پر کھڑا کیا ہے۔ البتہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میز پر شراب اور سور کی

موجودگی میں ان کے لئے مواکلت کراہت سے خالی نہیں، تو اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہوگا کہ اگر میز پر شراب اور سور کے ساتھ اور کھانا بھی ہے تو وہ مواکلت بالکل ہو سکتی ہے، اس طرح کہ شراب اور سور کو چھوڑ کر دوسرا کھانا لیا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح شیعہ فلس اور بے فلس مچھلی میں فرق کرتے ہیں، کیونکہ بے فلس کی مچھلی کھانا ان کے مذہب میں منع ہے، اور اس کے بجائے وہ دسترخوان پر موجود دوسری چیزیں لے لیتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ محسن الملک نے جب انگلستان کا سفر کیا تو سرسید اور شبلی کی طرح ان کا بھی یہ بحری سفر تھا، کیا اس سفر کے دوران انہیں بھی ان کے دوستوں کی طرح گردن مروڑی مرغی کھانے میں پیش ہوئی ہوگی؟ اور انگلینڈ میں ۵،٦ مہینے قیام کے دوران کھانا کھانے کے سلسلے میں ان کا قاعدہ کیا رہا؟ وہاں انھوں نے انگریز دوست احباب کی بہت سی دعوتوں میں شرکت بھی کی اور کئی انگریزوں کے مہمان بنے، تو کیا محسن الملک نے وہاں کھانا نہیں کھایا ہوگا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا کہ انھوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا، بلکہ انھوں نے میز پر سے اپنی مرضی کا کھانا لیا ہوگا شراب اور سور کو چھوڑ کر۔

ہم سمجھتے ہیں کہ سرسید اور محسن الملک کے عہد میں اٹھنے والے یہ سماجی فقہی مسائل جدیدیت پسندوں اور روایت پسندوں کے درمیان بحث ومباحث کا موضوع بنے رہے اور اگرچہ ان مصلحین اور مفکرین نے ان مسائل سے نبرد آزماء ہو کر ان کا حل قرآن، حدیث اور اقوالِ قدماء کی تحریروں سے نکالنے کی ہر ممکن سعی وکوشش کی تا کہ مسلمانوں کو ان چھوٹے مسائل سے نکال کر مزید آگے کی طرف تحقیق وترقی کے راستے پر لگایا جائے اور وہ دیگر بڑے مسائل اور علوم وفنون کی طرف متوجہ ہو کر جدید دنیا میں اپنا اور اپنے مذہب کا سر بلند کریں مگر لگتا ایسا ہے کہ آج کے اس مابعد جدیدیت کے دور میں بھی مسلمان انھیں مسائل کا شکار ہیں جن سے ان مصلحین نے انھیں نکالنے کی کوشش کی تھی۔ یقیناً اس سے مسلمان اقوام اپنے بزرگوں کی کوششوں کو سوائے برباد کرنے کے اور کچھ نہیں کر رہی ہے اور علوم وفنون کی ترقی کی طرف بڑھنے کے بجائے اپنا وقت فضول سی بحثوں میں ضائع کر رہی ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کا خاص مقصد اپنے مصلحین ومفکرین کی ان خدمات کو سامنے لانا ہے جن کو ہم نے اپنے مطالعات سے کہیں دور کر دیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص:۱۴۴۔

۲۔ امداد الاحتساب علی المداہنین فی احکام طعام اہلِ کتاب، سید امداد العلی کا رسالہ ہے، جن کا تعلق اکبر آباد سے تھا وہ کان پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے، ابتداء میں سرسید سے بہت اچھے تعلقات تھے، مگر بعد میں سرسید کے مذہبی خیالات سے اختلاف کر کے ان کے مخالف ہو گئے اور ان کے خلاف اخبار نکالے اور کفر کے فتوے حاصل کئے اور ان کے بعض رسائل کا رد لکھا، جس میں سرسید کا رسالہ ''طعام اہلِ کتاب'' بھی شامل ہے [جس کے جواب میں رسالہ امداد الاحتساب علی المداہنین فی احکام طعام اہلِ کتاب، لکھا]۔ مکاتیبِ سرسید، مرتبہ: مشتاق حسین، لاہور، ب ت، ص ۷؛ سرسید احمد خان، ''سرسید احمد خان کے رفقاء خود ان کی نظر میں''، مطالعۂ سرسید، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، لاہور، ۲۰۰۶، ص:۴۱۲۔

۴۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب: محاکمہ مولوی سید احمد خان کی کتاب طعام اہلِ کتاب اور اس کے جواب امداد الاحتساب پر''، تہذیب، ۱/۱۹۶۔

۵۔ ایضاً، ص: ۱۹۶۔

۶۔ ایضاً، ص:۱۹۵۔

۷۔ ایضاً، ص: ۱۹۵؛ سرسید نے اپنے رسالے احکام طعام کے لئے جن فقہاء کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے ان میں فتاوٰی عالمگیری اور فتاوٰی عزیزیہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی ماخذ استعمال کئے۔ جبکہ اطہر عباس رضوی کا کہنا ہے کہ رسالہ طعام اہل کتاب میں انھوں [سرسید] نے اس سماجی میل جول کی اجازت کے لئے غالباً شاہ عبدالعزیز کے فتوؤں سے بکثرت استناد کیا۔ (تہذیب الاخلاق، ۳۸۲/۲)۔

۸۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص: ۱۹۵۔

۹۔ ایضاً، ص: ۱۹۵۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ سرسید، ''نسبت طیور منخنقہ اہلِ کتاب''، تہذیب الاخلاق، ۲۱۱/۲؛ سرسید نے یہ خط محسن الملک کے محاکمہ لکھنے کے بعد لکھا ہے۔ سرسید لکھتے ہیں، 'میں نے اپنی تحریرات کو اور آپ کے محاکمہ منصفانہ کو جو رسالہ طعام اہلِ کتاب اور امداد الاحتساب پر آپ نے ارقام فرمایا، اور ایک نامی رسالہ مزیل الاوہام کو، جو میرے قدیم شفیق مولوی محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا، بغور دیکھا۔

۱۳۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص ۱۹۶؛ ترمذی، ابوعیسٰی، سنن الترمذی، بیروت، ب ت، باب: ۱۶، ۶۰/۷؛ خان، سرسید احمد، رسالہ احکام طعام اہلِ کتاب، علی گڑھ، ۱۸۹۹ء، ص:۳؛ سرسید نے اس حدیث کی مزید وضاحت شارح ترمذی، ابن العزی المکنی [م:۵۴۳ھ] سے کرائی ہے۔ کہ اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث سے اہلِ کتاب کے کھانے کا جواز اور رخصت ہے۔

۱۴۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص:۱۹۶۔

۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۹۶۔

۱۶۔ ایضاً،ص۱۹۶؛ سورۃ المائدۃ، ۵:۵۔

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۹۶، ۱۹۷۔

۱۸۔ ایضاً،ص: ۱۹۷۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ سرسید، احکام طعام، ص: ۳۹۔

۲۲۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب ،ص۱۹۷؛ ابوداؤد، سنن، ریاض، ب ت، باب (۲۴)، جلد۲، ص۲۰۷۔

۲۳۔ ابوداؤد، سنن، ۲۰۷/۲؛ طعام اہلِ کتاب، (محاکمہ)، تہذیب، ص: ۱۹۷؛

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ اس ماخذ کا حوالہ امداد العلی نے بھی دیا ہے، مگر محسن الملک نے ان کے قول کو نقل نہیں کیا۔

۲۷۔ امین زبیری، حیاتِ محسن، کراچی،۱۹۹۴، ص۲۳۶۔

۲۸۔ ہندی، صدیقی، طاہر، مجمع البحار الأنوار ،سعودی عرب، ب ت، ۸۳/۲۔ ۸۴؛ محسن الملک ''طعام اہلِ کتاب'' (محاکمہ)، تہذیب ،ص: ۱۹۸۔

۲۹۔ طیبی، محمد بن عبداللہ، شرح الطیبی علیٰ مشکوۃ المصابیح ،کراچی، ب ت، ۱۰۲/۸؛ محسن الملک ''طعام اہلِ کتاب'' (محاکمہ) ،تہذیب ،ص: ۱۹۸۔

۳۰۔ ایضاً؛ محسن الملک کی طرح سرسید کا بھی اس بارے میں صاف موقف یہ ہے کہ اس آیت سے مراد وہی یہود و نصاریٰ ہیں جو اپنے آپ کو توحید پرست سمجھتے ہیں۔

۳۱۔ ایضاً، ص:۱۹۹۔

۳۲۔ ایضاً۔

۳۳۔ ایضاً؛ ابی بکر المرغینانی، هداية، بیروت، ب ت، ۳، ۳۴۶/۴؛ محسن الملک ''سوال و جواب: تیسرا امر کہ آیاتِ احکام کے عموم حکم سے بعض صورتوں کو مخصوص اور مستثنیٰ سمجھنا باستدلال کتاب و سنت کے انکار جز و قرآن نہیں''، تہذیب الاخلاق، ۲۴۱/۱۔

۳۴۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص: ۱۹۹۔

۳۵۔ ایضاً، ص۱۹۹۔

۳۶۔ ایضاً۔

۳۷۔ ایضاً۔؛ المرغینانی، ہدایہ، جلد۳، ۴، ص۳۴۶ ؛ قرآن مجید میں ملّة کی نشاندہی دین کے ساتھ ہوئی ہے، جو مذہب سے ترجمہ ہوا ہے اور جس کا مطلب تواتر کے ساتھ ملتِ ابراہیم ہے، یعنی سچا وحدانیت کا مذہب۔ اور کم تواتر کے ساتھ یہ لفظ کافر یا بے دین کے لئے استعمال ہوا ہے، جو کبھی کبھی صرف یہودی اور عیسائی مذہب کو ظاہر کرتا ہے۔ جدید دور میں ملت کا لفظ کئی طرح سے استعمال ہوا، مثلاً مذہب، مذہبی امّت ،قوم۔ اس اصطلاح کے یہ تینوں بنیادی معانی عثمانی سلطنت میں تنظیمات اور اس کے بعد کے دور تک متفقہ رائے سے استعمال ہوتے رہے۔ گویا جدید دور میں یہ اصطلاح عثمانی سلطنت کی غیر مسلم رعایا کے لئے استعمال ہوئی (یونانی العقیدہ، آرمینی اور کیتھولک عیسائیوں کے لئے، اسی طرح یہود کے لئے، ذمی کے درجے کے ساتھ) اور انیسویں صدی تک اہل الذمہ کے لئے

استعمال ہوتی رہی۔ M.O.H.Ursinus, Millet, *EI2*, Leiden, 1991, vol.VII, p. 61,62

۳۸۔ محسن الملک،''طعام اہل کتاب''،(محاکمہ)،تہذیب ،ص: ۲۰۰؛ مرغینانی، الھدایة ، ۳،۴/۳۴۷؛فضل الرحمٰن ذبیحے کے سلسلے میں جو بحث کرتے ہیں وہ بیسویں صدی کے نصف کے لگ بھگ، یا ٹھیک ۳ جون ۱۹۵۰ء کے ذبیحے کے مسائل سے متعلق ہے جہاں مسئلہ مشینی ذبیحے کا ہے کہ وہ جائز ہے یا نہیں۔کئی فقہاء نے اس کو جائز سمجھا اور کئی نے نہیں۔بہر حال فضل الرحمٰن نے قرآن اور فقہاء کے حوالے سے جو رائے دی وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مشینی ذبیحے کا سوال مزید پیچیدہ ہو گیا ہے،اس سوال سے کہ آیا ذبیحے پر بسم اللہ نہ پڑھنا غیر شرعی ہے؟حنفی اسکول کا عقیدہ ہے کہ یہ غیر شرعی ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے'اسے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو' دوسری طرف،شافعی کہتے ہیں کہ یہ قرآنی حکم خاص حالات کے حوالے سے ہے، جہاں قصائی نو مسلم ہوں مگر مشرکانہ عقیدے کے تحت سابقہ خداؤں کے نام پڑھتے ہوں۔چنانچہ شافعی کہتے ہیں کہ اس ایک صورتحال میں، جہاں اس بات کی کوئی معقول یا مناسب وجہ نہ ہو کہ جانور کو خدا کے نام کے علاوہ کسی کے نام پر معنون یا نذر کیا گیا ہو، وہاں بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ Fazlu Rahman, "Some Islamic Issues in the Ayyub Khan Era", Essays on Islamic Civilisation, (ed.) Donald P. Little, Leiden, 1976, pp.296,97

۳۹۔ محسن الملک،''طعام اہل کتاب''،(محاکمہ)،تہذیب ،ص: ۲۰۰؛ المرغینانی، هدایه،۳،۴/۳۴۷۔

۴۰۔ ایضاً، ص: ۲۰۰،۲۰۱؛ محسن الملک،''سوال وجواب''،تہذیب ،ص: ۲۴۱۔

۴۱۔ ایضاً، ص: ۱۹۹؛عینی، بدرالدین احمد، عمدة القاری شرح البخاری،مصر، ب ت، ۱۱۸/۲۰۔

۴۲۔ بخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الذبائح و الصید،''مترجم:عبدالرزاق، ۲۴/۵۔

۴۳۔ محسن الملک،''طعام اہلِ کتاب،'' (محاکمہ)، تہذیب ،ص: ۲۰۰؛ سرسید، احکام طعام اہلِ کتاب ،ص: ۱۳،۱۴؛ سورة الانعام، ۶:۱۱۸،۱۱۹،۱۲۱،سورة المائدہ۵: ۵، سواس(جانور) میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔﴿ولا تاکلو مما لم یذکر اسم الله علیه﴾(اور اس(جانور) میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو)۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔ ایضاً،ص۲۰۰؛ سورة الانعام، ۶: ۱۲۱۔

۴۶۔ حالی،حیاتِ جاوید،ص: ۱۷۷۔

۴۷۔ محسن الملک،''طعام اہلِ کتاب،'' (محاکمہ)،تہذیب ،ص: ۲۰۱؛اس سلسلے میں سرسید کا کہنا یہ ہے کہ'اگر اہلِ کتاب کسی جانور کی گردن توڑ کر مار ڈالنا یا سر پھاڑ کر مار ڈالنا ذکوة سمجھتے ہیں تو ہم مسلمانوں کو اسی کا کھانا درست ہے'۔سرسید،احکام طعام اہلِ کتاب، ص۱۳۔

۴۸۔ ایضاً۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ ایضاً، ص:۲۰۱۔

۵۱۔ سرسید،''نسبت طیور مخنقه اہلِ کتاب''،تہذیب الاخلاق، ۲/۲۱۴۔

۵۲۔ محسن الملک،''سوال وجواب''،تہذیب ،ص۲۴۱؛مولانا قاسم نانوتوی ذبیحے کے بارے میں کہتے ہیں کہ'۔۔۔باقی رہا یہ کہ اہلِ اسلام ذبح کر کے کیوں کھاتے ہیں،اگر وضع جبلی کا لحاظ ہے تو مثل اور جانوروں کے فرق مذبوح اور جھٹکے اور مردہ کا عبث ہے۔اس کا جواب عقلی یہ ہے کہ ذبح کیا ہوا جانور لذیذ زیادہ ہوتا ہے اور یہ امر ان لوگوں پر مخفی نہیں جو دونوں قسم کے جانور کھاتے ہیں۔بہت سے غیر مذہب کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے کھانے کے لئے جانور کو ذبح کرا لیتے ہیں،اگر اس میں کچھ لذت زیادہ نہیں ہوتی تو وہ یہ حرکت

کیوں کرتے۔علاوہ ازیں منصف مزاج بیان بھی کردیتے ہیں کہ اس صورتِ خاص سے ذبح ہونے سے لذت زیادہ ہوتی ہے اور جو متعصب یا بے عقل ہیں وہ اپنی وہی گائیں گے اور مرغی کی ایک ٹانگ بتائیں گے۔سو ہمیں اس باب میں کچھ سینہ زوری کرنی نہیں، جو سمجھے وہ سمجھے، جو اس پر بھی نہ سمجھے اسے خدا سمجھے۔ **تحفئه لحميه**، دیوبند، ب ت، ص: ۸؛ مولانا نانوتوی کی گوشت کھانے کے حوالے سے یہ بڑی دلچسپ گفتگو ہے۔اس میں وہ مذبوح، جھٹکے اور مردے کے گوشت کے مقابلے میں اہلِ اسلام کے ذبیحے کے گوشت میں لذت زیادہ بتاتے ہیں۔اس طرح حرام وحلال کے بجائے وہ لذّت اور غیر لذّت کی بات کرتے ہیں۔

۵۳۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص: ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۱؛ سرسید، احکام طعام، ص: ۲۰۔

۵۴۔ ایضاً، ص: ۲۰۱؛ سرسید، احکام طعام، ص: ۲۱۔

۵۵۔ ایضاً، ص: ۲۰۲۔

۵۶۔ ایضاً، ص: ۲۰۲؛ المرغینانی، هداية، ۳۶۴/۴/۳۔

۵۷۔ ایضاً، ص: ۲۰۲؛ فتاوی نوازل، ابی اللیث السمرقندی [م: ۳۷۳ھ] کی تصنیف ہے۔

۵۸ حالی، حیاتِ جاوید، ص: ۱۴۳۔

۵۹۔ حالی، حیاتِ جاوید، ص: ۵۳۶۔۵۳۷؛ امین زبیری، حیاتِ محسن، ص: ۲۰۹۔

۶۰۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، تہذیب، ص: ۲۰۲۔

۶۱۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔

۶۲۔ ایضاً، ص ۲۰۱۔

۶۳۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔

۶۴۔ حالی، حیاتِ جاوید، ص: ۱۴۴۔

۶۵۔ محسن الملک، ''بخدمت حضرت کاشف الغطا''، تہذیب الاخلاق، ص: ۲۷۴۔

۶۶۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، تہذیب، ص: ۲۱۶؛ محسن الملک کا یہ بیان ان کے مضمون اسلام میں بھی موجود ہے، ص ۱۵؛ جو انھوں نے شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالة الخفاعن خلافة الخلفاء سے لیا ہے۔جلد ۳، ص ۲۴۸۔

۶۷۔ ابن قیم الجوزیہ [م: ۷۵۱ھ] کی اس کتاب کے عنوان کا ترجمہ شاید یوں کیا جائے: شیطان کے شکار سے کیسے بچا جائے۔

۶۸۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، تہذیب، ص: ۲۱۷۔

۶۹۔ شبلی نعمانی، الفاروق، لاہور، ۱۹۴۹، ص: ۶۳۷۔

۷۰۔ حالی، ''الدین یسر''، مقالاتِ حالی، دہلی، ۱۹۳۴، ۵۰/۱۔

۷۱ حالی، حیاتِ جاوید، ص: ۱۴۴۔۱۴۵؛ سرسید کے طعام اہلِ کتاب پر دو رسالے لکھنے کا حوالہ سید اطہر عباس رضوی کی کتاب *History of Isna Ashri Sh'i in India*, میں بھی موجود ہے، آسٹریلیا، ۱۹۸۶، ۳۸۲/۲۔

۷۲۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، تہذیب، ص: ۲۱۷؛ ابنِ قیم، اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان، ۱۵۷/۱۔

۷۳۔ ایضاً، ص ۲۱۷۔

۷۴۔ محسن الملک، ''بخدمت حضرت کاشف الغطا''، تہذیب، ص: ۲۷۳؛ Asma Afsaruddin, *The First Muslims: History and Memory*, Oxford, 2009, p.13.

۷۵۔ ایضاً، ص ۲۷۳۔

۷۶۔ محسن الملک، ''طعام اہلِ کتاب''، (محاکمہ)، تہذیب، ص: ۲۰۴، ۲۰۵؛ ''طعام اہلِ کتاب''، ص: ۲۱۷؛ ''بخدمت حضرت کاشف

الغطا وکشافِ حقیقت‘، ص۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۷؛ سلطان صلاح الدین کا حوالہ ’’مسلمانوں کی تہذیب‘‘، لیکچرز، ص: ۱۶؛ محسن الملک نے اپنے مضمون میں سلطان صلاح الدین کے حوالے، سیرتِ سلطان صلاح الدین مصنف ابنِ عباس کی کتاب کے دیئے ہیں۔ ہمیں وہ کتاب نہیں ملی مگر ایک اور کتاب حیاتِ صلاح الدین مع مختصر تواریخ جنگ ہائے صلیبی، از مولوی سراج الدین احمد، ایڈیٹر: چودھویں صدی، کی ملی ہے جس میں ان قلعوں کے نام اور بلا واسطہ صلاح الدین کی عیسائیوں کے ساتھ نرمی کی باتیں ہیں لیکن کسی کے ساتھ کھانے کی بات نہیں ہے، ص: ۱۵۰، ۱۵۶، انبالہ، ۱۹۰۵، البتہ ص: ۱۳۳، ۱۳۴ پر بادشاہ گوئی کو اپنے ساتھ بٹھانے اور پانی وغیرہ پیش کرنے کی بات لکھی ہے۔ غالبًا اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ اصل کتاب نہیں ہے جبکہ محسن الملک نے جس اصل کتاب سے یہ واقعات لکھے ہیں اس میں ان کا کہنا ہے کہ اس کا مصنف ابن عباس خود سلطان کے ساتھ تھا اور یہ واقعات اس کے آنکھوں دیکھے ہیں۔

۷۷۔ محسن الملک، ’’اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا‘‘، تہذیب الاخلاق، ۱/ ۲۷۵؛ ابی جعفر الطّوسی، تہذیب الاحکام فی شرح المقنعة الشیخ المفید، تہران، ۱۳۹۰ھ، ۹/ ۸۷۔

۷۸۔ محسن الملک، ’’طعام اہلِ کتاب‘‘، (محاکمہ)، تہذیب ،ص: ۲۰۵۔